تحقیق و تنقید

مولانا محمد رمضان سلفی

(دوسری قسط)

مستشرق ہندی کے ناکارہ وارث

اور

خطبۂ حجۃ الوداع

"طلوعِ اسلام" جون ۸۶ء کے شمارے میں ایک مضمون بعنوان "خطبۂ حجۃ الوداع اور مقامِ حدیث" شائع ہوا تھا۔ جس میں یہ بے پر کی اڑائی گئی کہ خطبۂ حجۃ الوداع کی روایات غلط ہیں —— طلوعِ اسلام چونکہ احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کے لیے اِن کی قرآنی تعلیمات سے مطابقت کی شرط لگاتا ہے، اس لیے فاضل مضمون نگار حضرت مولانا محمد رمضان سلفی صاحب نے خطبۂ حجۃ الوداع کے ایک ایک جملہ کی صحت ثابت کرنے کے لیے طلوعِ اسلام کی یہ شرط یوں پوری کی ہے کہ پہلے خطبۂ حجۃ الوداع کا ایک (ایک) جملہ (ترتیب وار) درج کیا ہے، پھر اس سے متعلقہ قرآنی آیت، اس کے بعد اس آیت کا مفہوم پرویزی لٹریچر سے نقل کیا ہے۔ اس مضمون کی پہلی قسط گزشتہ شمارہ محدث میں شائع ہو چکی ہے زیرِ نظر تعارفی سطور اس لیے شائع کی جا رہی ہیں کہ نئے پڑھنے والے حضرات کے لیے اصل بحث کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ (ادارہ)

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ پرویز اور ان کی پارٹی کے نزدیک "الحمد" سے لے کر "والناس" تک قرآنِ مجید کا ایک لفظ بھی منسوخ نہیں۔ بایں ہمہ سورہ محمدؐ کی آیت "فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً" کے تحت طلوعِ اسلام کے "باباجی پرویز مرحوم" غلامی کے

دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ قرآنِ کریم میں غلام آزاد کرنے کو متعدد جرائم کا کفارہ بتلایا گیا ہے۔ اور یہ جرائم تا قیامت کسی بھی وقت چونکہ ممکن الوقوع ہیں۔ مثلاً ظہار، قتلِ خطاء، جھوٹی قسم وغیرہ لہٰذا یا تو غلامی کے دروازہ کو تا قیامت کھلا چھوڑنا ہوگا اور یا ان تمام قرآنی آیات کو، جن میں غلام آزاد کرنے کے کفارہ کا ذکر ہے، منسوخ ماننا ہوگا۔ لیکن "پرویز اینڈ کو" قرآن میں نسخ کے بھی قائل نہیں اور غلامی کا دروازہ بھی بڑے دھڑلے سے بند کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

"ہمارے نزدیک تو ناسخ و منسوخ کا مسئلہ ایک فقرہ میں حل ہو جاتا ہے، قرآن مجید میں قرآن کے ناسخ و منسوخ کا کوئی ذکر نہیں، اس لیے قرآنِ کریم کی کسی آیت کا منسوخ تصور کرنا ہی قرآن کے خلاف ہے، اللہ اللہ خیر صلا!" (طلوعِ اسلام فروری ۱۹۷۶ء جلد ۳۰ شمارہ ۲)

اسی بناء پر ذیل میں ہم "قرآن میں نسخ" کی اس بحث کو مختصراً ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن میں نسخ:

قطع نظر اس سے کہ قرآنِ کریم کی کون کون سی آیات ناسخ و منسوخ ہیں؛ جمہور مسلمانوں کے نزدیک نسخ، شریعت میں وارد بھی ہے اور عقلاً ممکن بھی! ـــ ہاں یہودی اس کے منکر ہیں ـــ امام رازیؒ، جن کی "تفسیر کبیر" کو پرویزیوں نے جملہ کتبِ تفسیر میں معتبر تسلیم کیا ہے، اپنی اسی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اَلنَّسْخُ عِنْدَنَا جَائِزٌ عَقْلًا، وَاقِعٌ سَمْعًا خِلَافًا لِّلْيَهُوْدِ۔" (تفسیر کبیر ۳/۲۲۷)

یعنی نسخ ہمارے نزدیک عقلاً جائز اور شرعاً واقع ہے، ہاں یہودی اس کے خلاف ہیں۔"

نسخ کی اس مفصل بحث اور اس کی حکمتوں کو، جن کی بناء پر ایک حکم کو منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم لایا جاتا رہا ہے، اہلِ اسلام کی مصنفات میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ شریعتِ اسلامیہ کا ہر حکم کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ چنانچہ عہدِ رسالت میں بعض احکام کو اسی حکمت کے تحت یک دم نافذ کرنے سے روک لیا جاتا تھا۔ کیونکہ:

"ہنوز انسانیت اس سطح پر نہیں پہنچ سکی تھی کہ انہیں سمجھ سکے یا اپنا سکے، اب

انہیں بھی نازل کر دیا جاتا ہے۔" (لغات القرآن، پرویز، ۴/۱۶۱۰)

مسٹر غلام احمد پرویز نے اگرچہ مذکورہ حکمت کو نسخ یہودیت کے ضمن میں ذکر کیا ہے، تاہم یہ اور ایسی بہت سی حکمتیں شریعت اسلامیہ کے ابتدائی دور میں ملحوظ رکھی گئیں، تاکہ لوگ اپنی ذہنی پختگی کو پہنچ جائیں اور ان مقاصد کو ترک کرنے کی ان میں استعداد پیدا ہو جائے جن کے ارتکاب کے وہ لوگ عادی ہو چکے تھے۔ چنانچہ ایسی استعداد و صلاحیت پیدا کرنے کے لیے بعض احکام کو بتدریج نازل کیا گیا ـــــ تدریج کے اس عمل سے امت کی ایسی تربیت مقصود تھی کہ جس کے باعث بعد میں امت کے ڈگمگانے کا تصور بھی نہ کیا جا سکے۔ اسی بناء پر پہلے ایک سہل حکم دیا جاتا اور پھر اس سہل حکم کو منسوخ کر کے اس کے قائم مقام دوسرا حکم لایا جاتا۔ اسی کو نسخ کہا جاتا ہے اور قرآنِ کریم میں جسے متعدد آیات میں ذکر کیا گیا ہے ـــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ"

(النحل : ۱۰۱)

یعنی جب ہم کسی آیت کو بدل کر اس کی جگہ دوسری آیت لے آتے ہیں، تو کفار، جن کی اکثریت لاعلم ہے، اسی بہانے آپ کو "مفتر" (جھوٹ گھڑنے والا) کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ کونسا حکم کس حکم کے قائم مقام نازل فرماتا ہے۔

قرآنِ مجید کے اس مقام پر "آیت کی تبدیلی" کے الفاظ انتہائی واضح ہیں، جبکہ مسٹر پرویز نے لغات القرآن میں "ا ی ی" کے تحت لکھا ہے:

"قرآنِ کریم کے ہر ٹکڑے کو آیت کہتے ہیں۔"

(لغات القرآن ۱/۲۹۰)

ـــــ پھر کیا اب بھی قرآن میں بعض آیات کا نسخ ثابت ہوا یا نہیں؟

ـــــ اور سورۃ بقرہ کی اس آیت سے تو یہ مسئلہ اور بھی نکھر کر سامنے آ جاتا ہے، جس میں "نسخِ آیت" صراحتاً مذکور ہے:

"مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ

شَیْءٍ قَدِیْرٌ" (البقرۃ : ۱۰۶)

کہ "ہم جو بھی آیت منسوخ کر دیتے یا بھلا دیتے ہیں، اس کی جگہ اس سے موزوں یا اسی کی مثل (دوسری) آیت لے آتے ہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے؟"

الغرض سورۂ محمدؐ کی آیت "فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً" سے اگر مسٹر پرویز کے نزدیک غلامی کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کیا جا چکا ہے تو اس کے پیشِ نظر وہ تمام آیاتِ قرآنیہ منسوخ ٹھہرتی ہیں جن میں غلاموں کا کسی بھی صورت میں ذکر ہوا ہے۔ اور یہ ایسا تیر ہے جو صرف غلام احمد پرویز نے مارا ہے، ورنہ کسی بھی مفسرِ قرآن نے غلاموں کے تذکرہ پر مشتمل آیات کو، غلامی کا دروازہ بند کر کے، ان کے منسوخ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں یہی وہ ذاتِ شریف ہیں کہ ایک طرف غلامی کا دروازہ بند کرتے اور دوسری طرف فرماتے ہیں کہ: "قرآن کریم کی کسی آیت کا منسوخ تصور کرنا ہی قرآن کے خلاف ہے۔" اللہ اللہ خیر صلاّ!

۷۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے گئے ہیں۔"

خطبۂ حجۃ الوداع کے اس جملے کی قرآنی تعلیمات سے مطابقت کے لیے قرآنی آیات ہم اوپر درج کر آئے ہیں، جن میں جاہلیت کے تمام احکام و معاملات کو باطل قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۸۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے ہیں!"

اس کی مطابقت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔" (البقرۃ : ۲۷۸)

غلام احمد پرویز نے اس آیتِ قرآنی کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

"اے جماعتِ مومنین! تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو، اور ربوا میں سے جو کچھ کسی کے ذمہ باقی رہ گیا ہے، اسے معاف کر دو، تمہارے

ایمان کا یہی تقاضا ہے۔" (مفہوم القرآن ۱/۱۰۲)

ربوی معاملات کے ارتکاب پر بنی اسرائیل کی مذمت یوں کی گئی:

"فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ" (النساء: ۱۶۱)

"ان (بنی اسرائیل) کی اس قسم کی زیادتیوں اور سرکشیوں کا نتیجہ تھا کہ وہ خوشگوار چیزیں، جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں، ان پر حرام قرار دے دی گئیں، ان کے جرائم کی فہرست طویل ہے، لیکن مختصراً یہ سمجھو کہ یہ لوگ ہمیشہ نظامِ خداوندی کی راہ میں، جو عالمگیر انسانیت کے لیے نفع بخشیوں کی راہ ہے، روک بن کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ یہ محتاجوں کی مدد کرنے کی بجائے ان کی احتیاج سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے، انہیں کچھ قرض دیتے تھے تو اصل سے زیادہ واپس لیتے تھے۔ حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔ اس طرح نیز دوسرے طریقوں سے لوگوں کا مال ناجائز طور پر کھا جایا کرتے تھے۔"

(مفہوم القرآن۔ پرویز۔ ۱/۲۳۰)

ان آیات سے ثابت ہوا کہ اسلام سے قبل کے تمام سودی معاملات کو قرآن مجید نے چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے اور انہیں باطل قرار دیا ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جاہلیت کے تمام سود باطل قرار دیئے، تو طلوعِ اسلام کے نزدیک جو احادیثِ رسول اللہ کی صحت کے لیے ان کی قرآنی تعلیمات سے مطابقت کی شرط لگاتا ہے، خطبۂ حجۃ الوداع کی روایات غلط کیونکر قرار پائیں؟

۹۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو، تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۖ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" (البقرۃ: ۲۲۸)

"قانونِ خداوندی کی رُو سے مرد اور عورت کے حقوق و فرائض یکساں ہیں اس لیے کہ یہ اس خدا کا قانون ہے جو ہر معاملہ کی حکمت سے واقف ہے اور ہر ایک کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے پر قادر اور غالب ہے۔"

(مفہوم القرآن ۱/ ۸۷)

۱۰۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"تمہارا خون اور تمہارا مال تا قیامت اسی طرح حرام ہے، جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔"

"خون" کی حرمت کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۔ الآیۃ!"

(بنی اسرائیل: ۳۳)

"جس جان کا مارنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے (اسے واجب الاحترام قرار دیا ہے، یعنی بے گناہ کا قتل) اسے قتل مت کرو، بجز اس کے کہ ایسا کرنا قانونِ عدل کا تقاضا ہو۔" (مفہوم القرآن ۲/ ۶۲۵)

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔" (الانعام: ۱۵۲)

جبکہ "مال" کی حرمت کے متعلق ارشادِ ربّانی ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ" (البقرۃ: ۱۸۸)

"آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق پر نہ کھاؤ، یا اگر معاملہ عدالت تک جا چکا ہے، تو ایسا نہ کرو کہ حکام کو رشوت دے کر ایسا فیصلہ لو جس سے دوسروں کا کچھ مال ناجائز طور تمہیں مل جائے، حالانکہ تم جانتے

ہو کر جو مال اس طرح حاصل کیا جائے، اس کے نتائج کیا ہوا کرتے ہیں۔"

(مفہوم القرآن ۱/۷۰)

اور وہ "دن" جس میں آپ نے یہ اعلان فرمایا تھا، اس کی طرف درج ذیل آیت میں اشارہ موجود ہے:

"وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۔ الْاٰيَة!" (التوبۃ: ۳)

"آج اس اجتماعِ عظیم کے دن، جو کہ تشکیلِ مملکت کے بعد سب سے بڑے اجتماع کا دن ہے، تمام لوگوں کی اطلاع کے لیے اعلان کیا جاتا ہے کہ نظامِ خداوندی مشرکینِ عرب کے عہد و پیمان سے بری الذمہ ہے۔" (مفہوم القرآن ۱/۴۱۵)

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ رِوَايَةِ عِكْرَمَةَ اَنَّهٗ يَوْمُ عَرَفَةَ۔"

(تفسیر کبیر ۱۵/۲۲۱)

کہ "عکرمہؒ، ابنِ عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اس یوم الاکبر سے عرفۃ کا دن مراد ہے۔"

اسی طرح "اس مہینے" کی حرمت کا ذکر درج ذیل آیتِ قرآنی میں موجود ہے:

"اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ۔ الْاٰيَة!" (التوبۃ: ۳۶)

کہ "زمین و آسمان کی پیدائش کے دن سے مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ہے۔ جن میں سے چار حرمت والے ہیں، یہ دینِ قیم ہے۔ پس ان (مہینوں) میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔"

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

"مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، قَدْ أَجْمَعُوا عَلَىٰ أَنَّ هٰذِهِ الْأَرْبَعَةَ ثَلَاثَةٌ مِّنْهَا سَرْدٌ وَّهِيَ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَوَاحِدٌ مِّنْهَا فَرْدٌ وَّهُوَ رَجَبٌ وَ مَعْنَى الْمُحَرَّمِ أَنَّ الْمَعْصِيَةَ فِيهَا أَشَدُّ عِقَابًا وَّالطَّاعَةَ فِيهَا أَكْثَرُ ثَوَابًا" (تفسیر الکبیر ۱۶/۵۲)۔

یعنی "سب مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حرمت والے ان چار مہینوں میں سے تین (ذوالقعدۃ، ذوالحجہ، محرم) ترتیب وار ہیں جبکہ رجب اکیلا ہے۔ اور حرمت والے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان مہینوں میں کسی قسم کی نافرمانی سخت عذاب کی موجب، جبکہ ان میں طاعت و فرمانبرداری بہت زیادہ اجر و ثواب کی حامل ہے۔"

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ "یوم الحج الاکبر" سے عرفہ کا دن مراد ہے۔ جو ذوالحجہ کا نواں دن ہے۔ تو وہ مہینہ، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا، اس کا ثبوت بھی قرآنِ مجید میں موجود ہوا۔

اور جہاں تک "اس شہر" کی حرمت کا تعلق ہے، تو اس کا ذکر بھی قرآنِ مجید کی درج ذیل آیت میں موجود ہے:

"جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ۔ الآية!" (المائدۃ: ۹۷)

"یہ مرکز کعبہ ہے، یعنی وہ واجب الاحترام مقام جس کی مرکزیت سے مقصود یہ ہے کہ تمام نوعِ انسانی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو جائے۔" (مفہوم القرآن ۱/۲۴۷)

جبکہ سورۃ البقرۃ میں ہے:

"يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ق وَإِخْرَاجُ أَهْلِهٖ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ الآية!" (البقرۃ: ۲۱۷)

"اس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھو کہ لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف آنے سے روکنا، اس کے قوانین کی صداقت سے انکار و سرکشی برتنا، مسجد حرام تک میں جنگ سے باز نہ رہنا، اور جو لوگ وہاں پناہ لے چکے ہیں، انہیں نکال باہر کرنا، یہ جرائم بہت زیادہ سنگین ہیں۔" (مفہوم القرآن ۱/۸۲)

۱۱۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں، اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے، وہ کیا چیز ہے؟ کتاب اللہ!"

ارشادِ باری تعالیٰ:

"اِتَّبِعُوا مَا اُنزِلَ اِلَیکُم مِّن رَّبِّکُم وَ لَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِہٖ اَولِیَآءَ ط قَلِیلًا مَّا تَذَکَّرُونَ۔"

(الاعراف: ۳)

"اے جماعتِ مومنین، تم اسی ضابطۂ قوانین (قرآن) کا اتباع کرو، جسے تمہارے نشو ونما دینے والے نے تمہاری طرف نازل کیا ہے، اور اس کے علاوہ کسی کارساز ورفیق کار کا اتباع مت کرو۔"

(مفہوم القرآن ۱/۳۳۹)

۱۲۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"خدا نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ:

"لِلرِّجَالِ نَصِیبٌ مِّمَّا تَرَکَ الوَالِدَانِ وَالاَقرَبُونَ ص وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیبٌ مِّمَّا تَرَکَ الوَالِدَانِ وَ الاَقرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنہُ اَو کَثُرَ ط نَصِیبًا مَّفرُوضًا۔"

(النساء: ۷)

"مردوں کے لیے حصہ ہے اس مال میں سے، جو ان کے والدین یا دوسرے قریب ترین رشتہ دار چھوڑ کر مریں، اسی طرح عورتوں کے لیے حصہ ہے، اس مال میں سے جو ان کے والدین یا قریب ترین رشتہ دار

چھوڑ کر جائیں، خواہ وہ تھوڑا سا مال ہو یا زیادہ، اس میں ہر ایک کا حصہ مقرر ہے، یہ نہیں کہ ہر چیز کا مالک مرد ہوتا ہے، عورت مالک ہی نہیں ہو سکتی۔"

(مفہوم القرآن ۱/۱۷۷)

۱۳۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا، زناکار کے لیے پتھر ہیں۔"

بستر والے سے مراد نکاح کرنے والا لڑکے کا باپ ہے۔ اور قرآنِ مجید نے باپ کی طرف بچے کی نسبت کے متعلق ارشاد فرمایا:

"اُدْعُوهُمْ لِاٰبَآءِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ"

(الاحزاب: ۵)

"یعنی جنہیں تم فرطِ محبت سے بیٹا کہہ دیتے ہو، بہتر یہی ہے کہ تم انہیں ان کے باپ کی طرف منسوب کر کے (ابنِ فلاں) کہہ کر پکارو۔ یہ بات قانونِ خداوندی کی رُو سے زیادہ قرینِ عدل ہے۔"

(مفہوم القرآن ۳/۳۶۴)

رہا وہ زانی، جس کے لیے پتھر ہیں، تو اس سے شادی شدہ زانی مراد ہے۔ اور شادی شدہ زانی کو رجم کرنا بھی قرآنِ مجید کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

حدِ رجم:

قرآنِ کریم میں جا بجا عدل و انصاف کی تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ"

(النساء: ۵۸)

"جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو فیصلہ عدل کے مطابق کرو۔"

(قرآنی قوانین۔ پرویز۔ ص ۲۷)

نیز فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۔ الآیۃ!"

(النحل : ۹۰)

کہ "اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔"

یہ اور قرآنِ مجید کی دیگر آیات سے بھی عدل وانصاف کا تقاضا ظاہر و باہر ہے۔ جبکہ مجرم کو اس کے جرم کے مطابق سزا ملنا بھی عین عدل وانصاف ہے، اور تمام مجرموں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا قرآنی عدل وانصاف کے تقاضوں کے منافی!

بنا بریں زنا کے مرتکبین کے جرم میں اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو شادی شدہ زانی کا جرم، غیر شادی شدہ زانی کے جرم کی نسبت اغلظ، افحش اور بہت بڑا ہے۔ کیونکہ شادی شدہ مرد و عورت کے لیے شادی کے بعد جنسی خواہشات کی تکمیل کا سامان ہو چکا ہوتا ہے۔ اب اگر وہ حلال سے تجاوز کرکے حرام کاری کا ارتکاب کرتے ہیں تو قرآنی عدل وانصاف کے پیش نظر انہیں ایسی سزا ملنی چاہیے جو کنوارے زانی کی سزا سے بڑھ کر ہو، جسے جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے ابھی تک حلال ذرائع میسر نہیں آسکے۔ لیکن اگر محصن زانی کو بھی وہی سو کوڑوں کی سزا دی جائے جو کنوارے زانی کو دی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ عدل وانصاف کے تقاضے اس سے پورے نہیں ہو سکیں گے۔ بلکہ یہ اس قرآنی حکم سے سراسر انحراف ہوگا — اور جس کا لازمی نتیجہ یا تو کنوارے زانی پر ظلم، اور یا محصن زانی کے لیے جانبداری کی صورت میں نکلے گا۔ اور اندریں صورت یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ محصن زانی اور کنوارے زانی کا جرم برابر ہے، اس طرح شادی شدہ اور غیر شادی شدہ میں بھی کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ حالانکہ یہ عقل کا منہ چڑانے والی بات ہے۔ الغرض قرآنی حکم "وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ" کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ محصن زانی اور کنوارے زانی کی سزا میں فرق ہونا چاہیے۔ چنانچہ غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے اور شادی شدہ زانی کی سزا اس سے زیادہ سخت "رجم" یعنی سنگسار کرنا ہے۔

رجم کو غیر قرآنی سزا کہنے والے جہالت کا شکار ہیں۔ قرآن مجید میں سنگساری کی سزا کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم لواطت کے جرم میں مبتلا تھی اور اس جرم کی پاداش میں ان پر آسمانوں سے پتھر برسا کر انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۔ الآیۃ!" (الفرقان: ۴۰)

"اور یہ لوگ اس بستی پر گزر چکے ہیں جس پر بُری طرح کا مینہ برسایا گیا تھا، وہ اس کو دیکھتے نہ ہوں گے؟"

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"...... یعنی اَنَّ قُرَیْشًا مَرُّوْا مِرَارًا کَثِیْرَۃً فِیْ مَتَاجِرِھِمْ اِلَی الشَّامِ عَلٰی تِلْکَ الْقَرْیَۃِ الَّتِیْ اُھْلِکَتْ بِالْحِجَارَۃِ مِنَ السَّمَآءِ۔" (تفسیر کبیر ۲۴/۸۴)

یعنی "قریش شام کی طرف تجارت کے سلسلے میں بارہا اس بستی پر گزر چکے ہیں، جس کو آسمان سے پتھر برسا کر تباہ و برباد کر دیا گیا تھا!"

درج ذیل آیتِ قرآنی میں اس سزا کا اس سے بھی زیادہ ہولناک منظر دکھایا گیا ہے:

"فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ڏ مَّنْضُوْدٍ۔" (ہود: ۸۲)

"تو جب ہمارا حکم آیا، ہم نے اس (بستی) کو (اُلٹ کر) نیچے اوپر کر دیا اور ان پر پتھر کی تہ بہ تہ (یعنی پے درپے) کنکریاں برسائیں۔"

یاد رہے کہ منکرینِ حدیث کے ہاں لواطت یا سحاقت قابلِ معافی جرم ہے۔ چنانچہ قرآنی قوانین (پرویز) ص ۱۰۱ پر ہے:

"اگر دو مرد یا دو عورتیں فحش کی مرتکب ہوں تو انہیں مناسب سزا دو (اس کی سزا قرآن کریم نے مقرر نہیں کی) لیکن اگر ان میں اصلاح کا امکان ہو تو (عدالت کی صوابدید کے مطابق) انہیں معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔"

حالانکہ قومِ لوط کو اسی "قابلِ معافی جرم" کی وجہ سے رجم کر دیا گیا۔ تو شادی شدہ زانی کا جرم تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے اور ناقابلِ معافی بھی! ——— واضح رہے کہ ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کی گزشتہ قوم کی سزا سے متعلق قرآنِ مجید سے جو استدلال کیا ہے، کسی دوسرے کے لیے یہ استدلال قابلِ قبول ہو نہ ہو، کم از کم "پرویز اینڈ کو"

کے لیے اس سے انکار ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ استدلال ان کی اپنی قرآن فہمی کے مسلّمہ طریقے کے مطابق ہے۔ چنانچہ مستشرق پرویز سے جب تصویر (فوٹو) کے جواز یا عدمِ جواز کا فتویٰ طلب کیا گیا تو ارشاد ہوا:

"قرآن میں تصویر کی ممانعت کہیں نہیں، بلکہ حضرت سلیمانؑ کے تذکارِ جلیلہ کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ ان کے پاس دور دراز ملکوں کے اجنبی صنّاع جمع تھے۔ یعملونۖ[1] من محاریب و تماثیل (۳۴/۱۳) جو اُن کے منشاء کے مطابق بڑی بڑی محراب دار عمارتیں اور تماثیل تیار کرتے تھے۔ تماثیل تمثال کی جمع ہے۔ اور تمثال میں تصاویر اور مجسمے دونوں شامل ہیں، اب ظاہر ہے کہ جب خدا کا ایک اولوالعزم رسولؑ تصاویر اور مجسموں کو تیار کراتا ہو اور قرآن اس کا ذکر کر رہا ہو اور ... ں ممانعت کہیں نہ آئی ہو، تو پھر از روئے قرآن تصویر کی ممانعت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟"

(طلوعِ اسلام دسمبر ۸۵ء، جلد ۳۸ شمارہ ۱۲)

لہٰذا ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب خود خدا نے قومِ لوط کو لواطت کے جرم کی سزا رجم کی صورت میں دی تھی، قرآن اس کا ذکر بھی کر رہا ہے تو اولاً مسٹر پرویز نے قرآنی "نظامِ ربوبیت" کے برپا کرنے کے دعووں کے باوجود اسی جرم کو قابلِ معافی کیسے قرار دے دیا؟ اور ثانیاً رجم غیر قرآنی سزا کیونکر ہوئی؟ پھر اس جرم سے زیادہ بڑھ کر جرم کا مرتکب ہونے والا ازکم ازکم، اس سزا کا مستحق کیوں نہیں ہے؟ —— علاوہ ازیں اس "منکرِ قرآن" کے ناکارہ وارثوں سے ہم یہ شکوہ کرنے میں بھی حق بجانب ہیں کہ ان کے مذکورہ طرزِ استدلال کے مطابق داڑھی رکھنا بھی قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب طُور سے واپسی پر اپنی قوم کو بچھڑا پوجنے کے جرم میں مبتلا دیکھا، تو اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کی داڑھی اور سر کے بالوں کو پکڑ کر، ان سے شکوہ کیا کہ انہوں نے اس فعلِ شنیع سے قوم کو باز کیوں نہ رکھا؟ اس پر حضرت ہارونؑ نے عذر کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] مسلمانوں کے قرآن میں "یَعْمَلُوْنَ" ہے۔

"یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ - الاٰیۃ !"

(طٰہٰ : ۹۴)

کہ "میری ماں کے بیٹے، میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑیں ....!"

اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں "طلوعِ اسلام" کے "باباجی پرویز مرحوم" کا قرآن کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اور داڑھی منڈوا کر فوٹو اتروانا، پھر حصولِ شہرت کے لیے طلوعِ اسلام میں اسے چھپوانا، انکارِ قرآن نہیں تو اور کیا ہے؟ کیونکہ خدا کے ایک اولوالعزم رسولؑ نے جب داڑھی رکھی ہو، قرآن اس کا ذکر بھی کر رہا ہو، اور اس کی ممانعت کہیں نہ آئی ہو، تو پھر از روئے قرآن داڑھی منڈوانا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ ——— فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ !

(جاری ہے)

ردِ تقلید اور حدیث کے حجتِ شرعیہ ہونے پر

حجیتِ حدیث

شیخ ناصر الدین البانی کی مایہ ناز کتاب

ضخامت ——— ترجمہ ——— قیمت

۸۸ صفحات ——— حافظ عبدالرشید اظہر ——— ۹ روپے صرف

ناشر: ادارہ محدث ۹۹ جے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور ۱۴

صرف محصول ڈاک روانہ کر کے مفت طلب فرمائیں!

درج ذیل پمفلٹ:

۱۔ فقہ کو شریعت قرار دینے کی جسارت

۲۔ شریعت محمدیؐ یا سرکاری؟

نویں دستوری ترمیم

مع: متفقہ ترمیمی شریعت بل

سرکاری شریعت بل

۳۔ نویں آئینی ترمیم اور نفاذِ شریعت بل کا باہمی ربط (۴) نویں ترمیم، سرکاری شریعت بل کی منظوری کی سازش! ——— ۲ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر ادارہ محدث سے طلب فرمائیں۔